تعیش اور اسلام

از عبد الحکیم صاحب آسی متعلم دار الحدیث رحمانیہ دہلی

حضرات! ہر چیز کا ایک حدِ اعتدال اور مناسب طرزِ عمل ہوتا ہے جس میں افراط اور تفریط کرنے سے طرح طرح کی بد عنوانیاں پیدا ہو جاتی ہیں جو اس شئی اور اس پر مرتب ہونے والے بہترین نتائج کا رفتہ رفتہ استیصال کر دیتے ہیں مثلاً اکل و شرب کے لحاظ سے بدنِ انسانی کا مطالعہ کیجئے کھانا پینا بدنِ انسانی کی بقا کے لئے ایک اہم اور جزو لاینفک ہے۔ لیکن اگر اس میں افراط سے کام لیا جائے تو بدن انسانی کو انواع و اقسام کے عوارضات لاحق ہو جاتے ہیں اور اسے اس طرح پامال کر دیتے ہیں کہ وہ اپنے مقصدِ متعینہ کو پورا کرنے سے مجبور محض ہو جاتا ہے آخر کار موت اسے سپرد گور کر دیتی ہے اور وہ بد نصیبی اور بے مائیگی کا مرقع بن کر دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے اور اگر کھانے پینے میں حد درجہ تفریط (بہت زیادہ کمی) کو کام میں لائیں تو نتیجہ یہ ہوگا کہ بڑھاپے سے قبل ہی جسم انسانی کے عضو عضو ڈھیلے پڑ جائیں گے اور اپنے مقررہ پروگرام کو عمل کی صورت میں پیش کرنے سے پہلے ہی راہئی ملکِ بقا ہو جائے گا اس کے برعکس اگر اعتدال سے کام لیا جائے تو وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون (میں نے جنّ اور انسان کو اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے) کا صحیح خاکہ پیش کر سکے گا کیونکہ مومن کی ایک ایک حرکت جو جادۂ شریعت سے منحرف نہ ہو عبادت میں داخل ہے۔ صرف اکل و شرب ہی کی کوئی خصوصیت نہیں بلکہ ہر کام کے تین اطراف و جوانب ہوتے ہیں (۱) افراط یعنی حد سے آگے بڑھ جانا (۲) تفریط یعنی حد سے زیادہ کمی کرنا (۳) اعتدال یعنی درمیانی حالت۔ جن میں سے مؤخر الذکر (اعتدال) کے علاوہ دوسری صورتیں اس کام میں طرح طرح کی خرابیاں اور دشواریاں پیدا کر دیتی ہیں بالکل اسی طرح تعیش کا معاملہ بھی ہے اور اس کی تین شقیں ہیں پہلی شق افراط دوسری تفریط تیسرا پہلوئے اعتدال۔ پہلی صورت کو اختیار کرنے سے سوء عیشی اور اسراف کا ظہور ہوتا ہے جو کہ بہت ہی مہلک مرض ہیں تاریخ و سیر سے ثابت ہے کہ جس قوم میں یہ دونوں بیماریاں پھیلتی ہیں اس قوم اور جماعت کا بالکل استیصال کر دیتی ہیں وہ قوم یا جماعت اگر بر سرِ اقتدار بھی ہو تب بھی یہ اس سے اس کا اقتدار اور اختیار سلب کر کے حریت کے بجائے رقیت (غلامی) کے جال میں پھنسا دیتی ہیں وجہ یہ ہے کہ قوموں کے بننے اور بگڑنے میں اس کی شجاعت اور اقتصادی پہلو کی خوشحالی کا بہت بڑا دخل ہوتا

ہے۔ مگر جب کسی قوم میں سو عیشی کا دور دورہ ہو جاتا ہے تو شجاعت، اور اسراف کے پیدا ہونے میں اقتصادی
پہلو کا دیوالہ نکل جاتا ہے اور جب قوم ان دو جوہر پاروں سے ہاتھ دھو بیٹھتی ہے تو ذلیل و خوار ہو کر رہ جاتی
ہے آج سے تقریباً ڈیڑھ ہزار قبل کی تاریخ کھولئے۔ دنیا کی چیرہ دست اور سربرآوردہ حکومتوں میں کیانی
خاندان کا نام آپ کو جلی حرفوں سے لکھا ہوا ملے گا اس خاندان کا آخری بادشاہ یزدگرد مانا جاتا ہے جو کہ عیاشی میں
مشہور ہے یہ آخری حکمران اپنی سو عیشی کی وجہ سے تین ہزار سال کی مستحکم حکومت کو ہاتھ سے کھو بیٹھا باپ
دادا نے تیغ زنی، نیزہ بازی، صف آرائی غرض بہادری اور جلادت میں وہ نام پیدا کیا جس کا مٹنا بہت ہی
مشکل ہے۔ رستم و بیژن، افراسیاب، گشتاسپ، روئین تن، ضحاک وغیرہ کو کون بھولا ہے۔ ان کی بہادری کی
داستانوں پر شاعروں اور ادیبوں نے نظم اور نثر کا وہ آب و رنگ چڑھایا ہے کہ دیکھنے اور پڑھنے والا بالکل محو ہو
جاتا ہے اور اپنے آپ کو تلواروں کی جھنکار، گرزوں کی ضرب، گھوڑوں کی ہنہناہٹ، تیروں کی سنسناہٹ
نیزوں کی کھٹ کھٹ، اور بہادروں کے ولولہ انگیز نعروں میں پاتا ہے بار بار اس کے بدن میں جھرجھری پیدا
ہوتی ہے الغرض خاندان کے بڑے بڑے بزرگوں نے اپنی زندگیاں رزم آرائی میں گزاری تھیں مگر عیاش یزدگرد
بزم آرائی میں صبح و شام کرتا تھا نتیجہ یہ ہوا کہ مٹھی بھر سادہ اور فاقہ مست عربوں نے ایران کی اینٹ سے اینٹ
بجا دی اور ان کی روک تھام یزدگرد کی لاتعداد فوج نہ کر سکی کیونکہ رعایا بھی موجودہ بادشاہ کے نقش قدم پر
چل رہی تھی۔ اس خاندان کے بعد مسلمانوں کا دور دورہ شروع ہوا جب تک یہ لوگ عیش میں افراط سے کام
نہیں لیتے تھے اور ان کے اندر آبائی شجاعت موجود تھی تب تک ان کی فتوحات کا سلسلہ برابر بڑھتا رہا۔
اور عراق و لیبیا وغیرہ سے نکل کر ہندوستان تک پہنچ گئے۔ چہار دانگ عالم میں ان کی برتری کا سکہ
بیٹھ گیا۔ لیکن جب ان میں بھی سو عیشی سرایت کر گئی تو یہ بھی دوسری قوموں کی طرح ذلیل ہو گئے۔ اور اپنی ایک
مدت مدید کی مستحکم حکومت کھو بیٹھے۔ دور کیوں جائیے اپنے ہندوستان کی تاریخ اٹھا کر دیکھئے یہاں
پر مسلمانوں کی حکومت کتنے دنوں تک تھی۔ مگر اس گلشن سلطنت کو جسے بابر، ہمایوں، اکبر وغیرہ نے اپنے
خون سے سینچ سینچ کر ہرا بھرا کیا تھا کس طرح آخری بادشاہوں کی عیاشی نے لے جا کر حوالۂ خزاں کر دیا۔ لکھنؤ کو لیجئے
وہاں کے والیان ریاست نے عیش و عشرت کی کس شے کو نظر انداز کیا تھا؟ وہ تو روزانہ ایک جدید طریقے کے متلاشی
رہا کرتے تھے کہ کس طرح اپنا دل بہلا سکیں اور انہیں ایک نیا مزہ حاصل ہو۔ کبوتر بازی، بٹیر بازی، مینڈھا بازی،
مرغ بازی، مے نوشی، چنڈو نوشی، بھنگ نوشی، افیم نوشی غرض تمام لعنتیں ان کے اندر پیدا ہو گئی تھیں آخر کار
ہلاکت کا پیغام ان کو بھی سنا دیا گیا اور اودھ کی یہ پرشکوہ حکومت گھنگروؤں کی جھنکار کے ساتھ ختم ہو گئی۔ یہ سو عیشی
اسی مضمون کو ڈاکٹر اقبال مرحوم کی فلسفیانہ نظر نے اس طرح ادا کیا تھا ؎

میں تجھ کو بتاتا ہوں تقدیر امم کیا ہے
شمشیر و سناں اول طاؤس و رباب آخر

شمشیر و سناں تو ان حکمرانوں کے باپ دادا کے ساتھ قبروں میں محو آرام ہو چکے تھے رہ گئے تھے طاؤس و رباب وہ ان کے ہاتھ لگا تھا وہ اس سے بھی طرح لذت اندوز ہوئے یہاں تک کہ دنیا کی نظروں میں ذلیل و خوار ہو کر رہ گئے۔

دوسری شق تفریط کی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ضرورت سے بھی کم خرچ کرنے پر آدمی عامل ہو۔ اس صورت میں بخل کا مذموم مرض پیدا ہو جاتا ہے اور اگرچہ بخیل قوموں کا اقتصادی پہلو کسی حد تک ٹھوس ہوتا ہے لیکن مال و دولت کے ساتھ ساتھ شجاعت اور جلادت کا جس کو قوموں کے ابھار میں بہت بڑا دخل حاصل ہے بخل بھی ہو جاتا ہے اور انسان کا یہ جوہر لطیف بالکل مسخ ہو کر رہ جاتا ہے اور چونکہ بخیل قوموں کا مطمح نظر ایک حد تک مال و دولت کا جمع کرنا ہوتا ہے اور اس راہ میں وہ ہر جائز و ناجائز فعل کی قربانی کے لئے تیار ہو جاتے ہیں اس لئے ان میں کم حوصلگی اور بزدلی کا مادہ پیدا ہو جانا ضروری ہے۔ اس مثال کے لئے ہندوستان کے "بنئے" نہایت ہی موزوں ہیں۔ ان کا اقتصادی پہلو اگرچہ قوی ہے لیکن شجاعت و دلیری کے انمول جوہر سے بالکل تہی دست ہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ مذہب اسلام نے تعیش کے مفہوم کو کس طرح نبھایا ہے۔ حضرات! اسلام چونکہ دنیا میں اس لئے آیا تھا کہ انسان کو انسانیت کے اعلیٰ مرتبہ پر فائز کر دے اور انسان کا صحیح مقصد اس کے سامنے پیش کر دے روحانیت کے ساتھ ساتھ تہذیب و تمدن میں بھی اپنے متبعین کو ہم عصر قوموں سے اونچا کر دے وہ قوانین بتلائے جن کے ذریعہ سے ان کی وہاں تک رسائی ممکن ہو جہاں تک پہنچنے کا خیال بھی کسی قوم کے دل میں نہ پیدا ہوا ہو اور چونکہ یہ تفوق و برتری افراط اور تفریط سے ممکن نہیں لہٰذا اس نے پہلے ان سے پیدا ہونے والے امراض کی دل کھول کر برائی بیان کی اور حتی الامکان ان کے مٹانے کی کوشش کی۔ چنانچہ اسراف کے متعلق ارشاد ہوتا ہے اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ (انعام) بے شک اللہ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا ہے دوسری جگہ فرمایا وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ (بنی اسرائیل ع ۳) یعنی "فضول خرچی ہرگز اختیار نہ کرو، بے شک فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی (ہم پلہ) ہیں"۔ بخل کے متعلق فرمان نبوی ہے البخیل بعید من اللہ بعید من الناس بعید من الجنۃ قریب من النار۔ بخیل اللہ سے اور لوگوں سے اور جنت سے دور اور نہ تو اسے اللہ کے نزدیک کوئی مرتبہ مل سکتا ہے اور نہ ہی وہ لوگوں کے نزدیک عزیز ہے اور نہ ہی اس قابل ہے کہ جنت میں داخل ہو بلکہ وہ تو دوزخ

سے بہت قریب ہے اور چونکہ ایک مرد مومن کی بڑی تمنا انھیں چیزوں کا حصول ہوتا ہے اور بخل کی صورت میں ان کا وصال ممکن نہیں اس لئے مومن کو اس سے اجتناب کرنا بہت ہی ضروری ہے۔

اسلام کی تعلیم ہے كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا (انعام) کھاؤ اور پیو اور حد سے تجاوز نہ کرو۔ یعنی جانب اعتدال اختیار کرو نہ افراط سے کام لو نہ تفریط سے بلکہ میانہ روی اختیار کرو اس صورت میں دنیا و عقبیٰ دونوں میں سرخرو ہو گے۔ دوسری جگہ کہتا ہے كُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيْبٌ اَوْ عَابِرُ سَبِيْلٍ (حدیث) یعنی اس دنیا کی چھوٹی اور مختصر سی زندگی کو اس طرح گزارو گویا تم مسافر ہو یا کوئی راستہ طے کر رہے ہو۔ اور چونکہ مسلم ہے کہ یہ سفر ضرور طے ہوگا اور یہ راستہ یقیناً منقطع ہوگا لہذا اپنے آپ کو اس سفر کے مصائب و آلام سے بچانے کے لئے میانہ روی اختیار کرو اور جب اچھے اور تندرست رہو تو بیماری کا خیال کر کے اس کے لئے بھی کچھ اندوختہ اپنے پاس رکھو تاکہ وہ اس زمانہ میں کام آئے۔ تیسری جگہ ارشاد ہے اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ اَنْ يَّرٰى اَثَرَ نِعْمَتِهٖ عَلٰى عَبْدِهٖ (حدیث) یعنی اللہ اپنے بندہ پر اپنی نعمتوں کے آثار دیکھنا پسند کرتا ہے۔ ان سب احکام سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام اچھی اور خوش گوار زندگی گذارنے کے موافق ہے مخالف نہیں ہے۔ ہاں اتنا ضرور ہے کہ وہ اعتدال کا حکم دیتا اور افراط و تفریط سے روکتا ہے۔ مسلمان جب تک ان حکموں کو اپنائے رہے تب تک ان کا ستارۂ اقبال فلک ہشتمیں پر تاباں تھا۔ مگر جب اس حکم کو چھوڑ دیا ان کا ستارہ گردش میں آگیا۔ آج بھی اگر مسلمانانِ ہند اس پر عامل ہو جائیں تو باوجود بے برگی و بے سامانی کے خزاں رسیدہ چمن کے از سرِ نو سرسبز ہونے کی بہت کچھ امید ہو سکتی ہے۔

(بقیہ صفحہ) جس کی تکمیل و تبلیغ میں حضورؐ نے جان دی۔ اور آپ کی موت سے بددل نہ ہو۔ اللہ زندہ ہے۔ دین اس کا ہے۔ وہ تمہاری مدد فرمائے گا۔ یہ تھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان کو یاد رکھنے والے۔

(۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارتحال پُرملال پر لوگ رونے لگے۔ بعضوں نے کہا کاش ہم آپ سے پہلے مر گئے ہوتے اور ہم کو یہ جانکاہ حادثہ آنکھوں سے نہ دیکھنا پڑتا۔ تو معن بن عدی صحابی بولے واللہ ما احب ان لا اتی قبلہ لاصدقہ میتا کما صدقتہ حیا۔ قسم اللہ کی میں تو آپ کے بعد زندہ رہ کر یہ دکھا دینا چاہتا ہوں کہ میں آپ کے احکام کا جیسے زندگی میں پابند تھا۔ بعد وفات بھی آپ ہی کے احکام کا تابع رہا۔ چنانچہ انہوں نے کہا کہ میں آپ کے بعد کی زندگی اس لئے چاہتا ہوں کہ دنیا دیکھ لے کہ محمد والے وہ نہ تھے جو زندگی میں ان کے مصدق اور وفادار رہے ہوں اور بعد از موت انہوں نے وفاداری اور جاں نثاری کو بالائے طاق رکھ دیا ہو۔